Rizwan Ullah
D-178, Abul Fazl Enclave
Jamia Nagar, New Delhi - 110025
Tel: 9971283786

امنگ:06.10.2013

دوسری زبانوں میں اردو ادب کے ترجمے ضرورت اور اہمیت

رضوان اللہ

عالمی مسابقت کے موجودہ دور میں اردو زبان وادب کی قدر اور اس کے قد وقامت کے تعین کے لیے کیا ہم نے اپنے ادبی سرمایہ کو ادب کی عالمی منڈی میں اس کے پارکھوں کے سامنے جس طرح پیش کرنا چاہیے پیش کیا ہے؟ کیا اس طرف کوئی پیش قدمی بھی کی ہے؟ ہمیں تو اس ضرورت کے احساس اور شعور ہی کا فقدان معلوم ہوتا ہے۔ ایسے میں ہماری زبان اور ادب کو عالمی برادری میں ان کا واقعی مقام کس طرح مل سکتا ہے؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا حجم، اس کی مقدار اور وزن کسی اعتبار سے دوسری زبانوں کے مقابلے میں کم نہیں ہوگا۔

کتنی ہی زبانوں کا بے قیاس لٹریچر تراجم کے ذریعہ اردو زبان میں منتقل کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان میں یوروپین، ایشیائی اور مختلف ہندوستانی زبانوں کا ادب شامل ہے۔ یہ سب اسکالروں کی انفرادی اور اجتماعی کاوشوں اور اداروں کے تعاون کے ذریعہ ممکن ہوسکا ہے اور بلاشبہ انتہائی قابلِ قدر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اردو ادب کے شہ پارے بھی اسی قدر دوسری زبانوں میں منتقل کیے گئے ہیں۔ اب تک ایسا کوئی جائزہ بھی دیکھنے سننے میں نہیں آیا، جس سے دوسری زبانوں میں ترجمہ کیے ہوئے اردو ادب کے شہ پاروں کی تعداد اور مقدار کا کوئی اندازہ ہوسکے۔

اس سلسلے میں معدودے چند نام دکھائی سنائی دیتے ہیں، بالخصوص غالبؔ، اقبالؔ اور فیضؔ۔ غالبؔ کے کلام کے ترجمے یا ان سے متعلق مضامین جو دوسری زبانوں میں لکھے گئے ان کو لکھنے والے ہندوستانی اور یوروپین مستشرقین دونوں ہی رہے ہیں۔ اقبالؔ اور فیضؔ کا جہاں تک تعلق ہے، انھوں نے خود ہی یوروپین زبانوں میں خود کو متعارف کرایا۔ تو ایک ضروری کام کے فقدان کی اس صورتِ حال کو کیا نام دیا جائے۔ کم ہمتی، کم فہمی، ناعاقبت اندیشی یا احساسِ کمتری۔ کچھ بھی ہو اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ عالمگیریت کے موجودہ دور میں اردو ادب کے سرمایہ کے وزن وقار کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکا۔ جب اس کی پرکھ کی پہلی شرط ہی نہیں پوری کی گئی تو موازنہ، مقابلہ اور اندازہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اپنی دھرتی پر تو اردو زبان کی جڑیں کافی ہلائی جاچکی ہیں اور اگر یہ زبان انتہائی سخت جان نہ ہوتی تو اب تک کب کی مٹ چکی ہوتی۔ ایسا اس وجہ سے بھی نہیں ہوسکا کہ اس نے دلوں میں گھر کر رکھا تھا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس تناور درخت کی جو بروہیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں، ان کی آبیاری کی جائے اور نئی شگوفہ کاری سے اس کی شادابی کا سامان کیا جائے۔ اب ٹیکنالوجی کی ترقیوں نے اردو زبان میں ترسیل اور اشاعت و طباعت کا کام اتنا ہی آسان بنادیا ہے جتنا کہ پہلے دوسری زبانوں میں تھا لہٰذا اب ضرورت بنیادی کام کی ہے، اس کی اشاعت

کا کام ثانوی ہے۔

میں جس بنیادی کام کی طرف اشارہ کر رہا ہوں یعنی اردو ادب کے شہ پاروں کے دوسری زبانوں میں ترجمہ کی اس کے لیے نہ اداروں کی کمی ہے، نہ افراد کی صرف توجہ کی کمی ہے۔ ہماری اکادمیاں، یونیورسٹیوں میں اردو کے شعبے سال بھر مشاعرے، مباحثے، سیمینار اور اس طرح کے دوسرے پروگرام کرتے رہتے ہیں اور ان پر خطیر سرمایہ صرف کرتے ہیں تو کیا اپنی تمام سرگرمیوں میں ایک پروگرام ایسا نہیں شامل کر سکتے جو اردو ادب کو دوسری زبانوں میں متعارف کرانے والا ہو۔ دراصل مذکورہ بالا سارے پروگرام یک رخی ہیں اور فکری داخلیت پر مبنی ہیں۔ خارج سے بے خبری کے بے قیاس نقصانات کی طرف ان کا دھیان ہی نہیں۔

مثال کے طور پر ہم اپنی یونیورسٹیوں کو لیتے ہیں جہاں اردو کے شعبوں میں ہر سال سیکڑوں تحقیقی مقالے لکھے جاتے ہیں۔ ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر کسی شاعر یا ادیب، مرحوم یا موجود کے ''حیات اور کارنامے'' پر ہوا کرتے ہیں۔ کیسی سہولت پسندی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اردو شاعروں اور ادیبوں کے ہم عصر دوسری زبانوں کے شاعروں یا ادیبوں اور ان کی تخلیقات کے موازنے کیے جائیں۔ اگر یہ پیچ و خم کھولے جائیں تو نہ جانے کتنی قامتوں کی درازی کی حقیقت عیاں ہو جائے۔ لیکن یہ بات کہنے میں جتنی آسان لگتی ہے یا سننے میں جتنی اچھی لگتی ہے، ویسی ہے نہیں۔ بڑی محنت اور بڑے جوکھم کا کام ہے۔ ایک سے زیادہ زبانوں کے غائر مطالعے کی شرط اولین ہے، تاہم اس جوکھم کو مول لینے والے بھی مائی کے لال مل جائیں گے لیکن تحقیق کے طالب علموں کے سپروائزر خود بھی تو اس جوکھم کے لیے تیار ہوں۔ یہ مشکل ہے۔ میں نے یونیورسٹیوں کی صرف مثال دی ہے۔ ہماری اکادمیاں بھی مختلف طریقوں سے اس ضروری اور انتہائی اہم کام کو آگے بڑھا سکتی ہیں۔ اس کے طریقے بتانے کی ضرورت نہیں خود انھیں اس کا اچھی طرح علم ہے صرف اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

ہم جس کمی یا کوتاہی کی بات کر رہے ہیں اس کی مضرتوں کا کچھ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آگے بڑھنے سے پہلے ایک وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ جب ہم اردو ادب کے سرمایہ کی بات کرتے ہیں تو اس کو ''ادب'' کے روایتی معنوں ہی تک محدود نہیں رکھنا چاہتے، بلکہ اس کے سارے ابعاد کو اس ذیل میں لانا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر آزادی کی تحریک، سیاسی بیداری کے لیے طویل جدوجہد، معاشرہ کی اصلاح کے لیے عظیم الشان خدمات اردو ادب کے بے بہا ذخیرے میں شامل ہیں۔ اس کی خبر دنیا کو کیا ہوگی خود ہمارے ہم وطن بھی اس سے ناآگاہ ہیں کیوں کہ ہم یہ سب کچھ اردو میں لکھتے ہیں اور خود ہی پڑھ کر خوش ہو لیتے ہیں اور اطمینان کر لیتے ہیں کہ ہم اپنے حصے کا کام کر چکے۔ ہماری نئی نسلیں بھی اردو سے کم آگاہ ہوتی جا رہی ہیں اس لیے وہ بھی اسلاف کے کارناموں سے بے خبر ہو جائیں گی۔

سوچیے تو سہی کہ دوسروں تک اپنی بات پہنچانے کا فرض کہاں انجام دیا گیا۔ ہمارے متعلق دانستہ یا نادانستہ طور پر جو غلط فہمیاں موجود ہیں یا پھیلائی جا رہی ہیں انھیں دور کرنے کی تدبیریں کہاں کی گئیں۔ آج ہم جو ناانصافیاں اور حق تلفیاں جھیل رہے ہیں، جس مخاصمانہ ماحول میں جی رہے ہیں وہ بڑی حد تک اسی لاعلمی کی کیفیت کا نتیجہ ہیں۔ تو پھر اس کی اصلاح کی کیا

صورت ہو۔ایک مسلسل اور مستقل اور منظّم جدوجہد کے ذریعہ ہی بہتری کی صورت نکل سکتی ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ اس مہم کا بیڑا کون اٹھائے۔حقیقت یہ ہے کہ نہ صاحب صلاحیت اور حوصلہ مند لوگوں کی کمی ہے نہ اداروں اور تنظیموں کی بس مرکزی منصوبہ بندی اور اس جہت میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔اس غرض سے دانشوروں، مورخوں اور ماہرینِ لسانیات پر مشتمل ایک گروپ تشکیل دیا جائے۔یہی حضرات ادبی، صحافتی اور دیگر تحریروں کا انتخاب کریں اور ان زبانوں کا بھی انتخاب کریں جن میں اس مواد کا ترجمہ کیا جائے گا۔اس سلسلے میں علاقائی زبانوں کی اہمیت تو کسی طرح کم نہیں ہے لیکن اس عالمگیریت کے دور میں دنیا سے ربط ضبط بڑھانے کی لیے انگریزی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

اسی ضرورت کے احساس کے تحت خود میں نے ایک جسارت کر ڈالی۔وہ یہ کہ اپنی پچاس نظموں غزلوں وغیرہ کا انگریزی میں ترجمہ کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جس کا اردو عنوان ''عکس خیال'' ہے اور انگریزی عنوان "My Reflections'' ہے۔مقصد یہ تھا کہ اس نیک کام کی ابتدا اپنے گھر سے ہی کیوں نہ کی جائے۔یوں اردو ادب کے اجزاء کے انگریزی ترجمہ کی ایک لہر چل پڑی ہے، اسے ہوا دینے کی ضرورت ہے۔

ہماری اردو اکادمیاں موجود ہیں مرکزی اور ریاستی حکومتیں انھیں اچھے خاصے فنڈ فراہم کر رہی ہیں۔ٹیکنالوجی نے تشہیر وتبلیغ کا کام آسان کر دیا ہے، کئی کئی اردو چینل جاری ہیں جو بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، انھیں نئے نئے مواد کی ہمیشہ ضرورت ہوگی ان کی اس ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔مزید یہ کہ اخبارات اور جرائد کو بھی نت نئے مواد کی تلاش رہتی ہے۔ انھیں اپنی نئی دنیا کی سیر کرائی جا سکتی ہے۔ان سے رابطے قائم کرنا ہم جیسے چھوٹے چھوٹے قلم کاروں کے لیے مشکل ہے۔ اکادمیاں اور یونیورسٹیاں اس کام میں مدد کر سکتی ہیں۔غرضیکہ ہمارے مقصد کے حصول کی راہ میں ساری سہولتیں موجود ہیں صرف ہمارے عزمِ سفر کی منتظر ہیں۔